

بیگانہ اور غافل کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک اہم اور بڑا کام تھا، جس پر فرد کے دین کا ہی نہیں۔ معاشرے میں دین کی قدروں کے جمل کا مدار تھا۔ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جب بہت برا یاں پھیلیں گی اور جب لوگ خالم کو علم سے نہ روکیں گے تو اللہ تعالیٰ سب کو بتائے عذاب کر دے گا۔ تو جو شخص آخوت کا طالب ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنا چاہتا ہو اس کو چاہیے اس بات کا خیال رکھے یعنی امر بالمعروف و نهى عن المکر کرے۔ اور آج کے دور میں جب اکثریت نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور بھی ضروری ہے۔

اپنی نیت خالص رکھ کے اور جس شخص کو کچھ کرنے کا کہے یا اس کو روکے تو اس بات کا خوف نہ رکھے کہ یہ صاحب اختیار ہے، پر موشن روک دے گا۔ یہ بہت زبان آور ہے مجھے بنداں کر دے گا، جیسا وہ بھر کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الیت اللہ در کرے گا اس کی جس نے اللہ کی مدد اور فرمایا جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوش کی، ہم ان کو اپنی راد کھائیں گے اور یہ بات یاد کر لیں چاہیے اور یاد کروانی چاہیے کہ ہمیشہ ثواب اتنا زیادہ ملتا ہے جتنی تکمیل زیادہ ہوتی ہے۔

ایک اور بہت اہم کتابت امر بالمعروف اور نهى عن المکر جیسے خوف سے ترک نہیں کرنا چاہیے ویسے ہی دوستی، محبت اور سستی کی وجہ سے ترک نہیں کرنا چاہیے۔ اور اپنی سرخودی، مرتبہ بڑھانے اور دین داری کا سکھ بٹھانے کے لئے بھی نہیں کرنا چاہیے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے حقیقی دوست اور خیر خواہ تعریف کرنے والا، ہاں میں ہاں ملانے والا نہیں بلکہ اصل اہد ہے جو دوستی کا حق ادا کرے۔ اور حق یہ ہے کہ نصیحت کرے، کمزور یوں کی نشاندہی کرے، آخوت سے آخوت تباہ ہوتی ہو تو وہ ثمن ہے۔ اس کی شناخت کرے اور پیغام کے ساتھ عملی اقتداء بھی کرے۔

یہ بھی نہ ہو جانا چاہیے کہ امر بالمعروف اور نهى عن المکر کرنے والے کو چاہیے کہ خیر خواہی کے نزدیکے کے ساتھ کرے اور زی انتیار کرے۔ دوسرا عمل پر آمادہ ہو۔

اس کا طریقہ امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کو تباہی میں نصیحت کی، اس نے درست کیا اور اپنے بھائی کو سوار اور جس نے کھلم کھانی کیتی، اس نے اپنے بھائی کو سوار کیا۔

برے کام سے روکنے کے درجات کا بھی علم ہونا چاہیے۔ یعنی برے کام کو ہاتھ سے روک دے، یعنی اختیارات استعمال کرے، یہ نہ کر سکے، استنطاعت نہ ہو تو زبان سے روکے، آواز اٹھانا، غلط کواعلانیہ غلط کہنا، غلط کہنے والے کی تدبیر کرنا، خاموشی اور مدعاہست کا روایتہ اپنانا، یہ مکمل طریقہ سے کیا جائے تحریری درخواست برائے اصلاح احوال دے، ارباب اختیارات، ایڈیشنری ہونا شرط ہوتا ہے کہ وہی بھائی کا حکم دیں، اس کی طرف بلا کسی اور برائی سے منع کریں تو اور مسلمان ان کو سمجھادیتے کہ یہ تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔ مگر اس میں بہت بحث، اختلاف اور جھگڑا کرنا درست نہیں، دل میں کینہ و غض و غیرہ رکھنے کی گنجائش نہیں، اس لئے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اخلاق سے حتی المقدور تک جانا چاہیے۔

”تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نیز تو“، یا ”مسنڈ یوراون برنس“، غیرہ وغیرہ قسم کی سوچوں نے، مادہ پرستی کی دوڑ و صوفیات نے خود اپنی ذات کی فکروں نے ہمیں اس فریض سے بہت

کر دہ علاج میں کچھ اضافے کی کر دی جاتی ہے۔ آنے والے مریض کی ایم پیسی میں شوگر میسٹ کی گئی، کیونکہ مریض کی ذیا بیٹس کی ہر سڑی تھی۔ شوگر پریشان کی حد تک کم تھی۔ رشتہ دار بتارے تھے کہ بخار کی شدت کی بنا پر، رات سے کچھ کھایا پیا نہیں ہے۔ اس کے لئے ایک ڈرپ لکھ دی گئی۔ ۱۱۰۲ اور ۱۰۳ ایجنار مسلسل تھا، اس کے لئے اتنی بائیکس لکھ دی گئیں۔

کمرے میں شفت ہو گئے، پرانی بیٹس اور وی آپنی پی بھی تھے۔ ڈھانی بچے کا وقت ہو گیا تھا۔

مریض تو بے سد تھا۔ مریض کے رشتہ دار بے جیں تھے، اتفاق تھا کہ ان میں سے تین ڈاکٹرز تھے۔

ڈرپ بیکشن ہمیں لکھ دیں، ہم لے آئیں؟ نرسوں سے پوچھا تو بتایا گیا نہیں یہ سب ہمارے پاس ہے، آپ تو پیٹل پریں، ہم آپ سے دوائی کیوں ممکن نہیں گے جبکہ وہ ہمارے پاس ہو۔

جی اچھا، بتایا گیا بس وہ سینز نرس آری ہے۔ پھر جا کر پوچھا، بار بار کے چکروں میں یہ نکتہ سمجھ آگیا کہ یہ یقین صح شام لگنے ہیں، روشن چجھے منجھے اور شام، نجیکش نکانے کی ہے۔ سو وہ شام چجھے لکھیں گے۔

شوگر اتی کم ہے، کھانیں رہے، تیر بخار ہے، جسم میں پانی کم ہو رہا ہے۔ ایکٹرولائٹس ڈسٹرپ ہو جائیں گے پلیز ڈرپ تو لگا، دیجی ڈرپ، رشتہ دار درخواستیں کرتے رہے، میڈم آپ میڈیں ایں والوں کے مریض ہیں۔ ہم نے ان کو کال بھجوائی ہوئی ہے، ہماری سینز نرس آپ کو ڈرپ لگائے گی۔ خیر کامیابی ساف کی ہوئی۔ شفت بدی اور پھر دو ایسا شروع ہوئیں، رشتہ دار غصے سے گھولتے رہے۔

اس ساری صورت حال پر، ہم فراخودا پنی عدالت میں فتوی دے دیں گے کہ یہ نہیں کسی اور کذا کر رہے، ہم نے تو بھی ایسا نہیں کیا۔ ویسے سوچ چار میں کوئی حرج نہیں، کیا واقعی بھی بلواسطہ پابا اوسط، ہمیں یہ صورت حال پیش نہیں آئی، ہم نہ ہوں، تو بھی ہمیں دوسروں کو تو جہ دلوں ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ معروف و نهى عن المکر میں یہ شرط نہیں ہے کہ حکم کرنے والا خود تمام شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہو اور بری ہاتوں سے پیٹا ہو، بلکہ اگر وہ خود میں نہ بھی کرتا ہو تو ہمیں دوسروں کو تکمیل کیا تکمیل ہے؟ مریض کو سمجھنا جمال ہے کہ گونوں پر بات ہو رہی ہے یا مجھ سے ”کی“ و ”بھی“ ہو گلائیں گے۔ چند شانیوں بعد دوبارہ آواز آتی ہے، کیا تکمیل ہے بی بی۔ تو مریض سمجھ لیتا ہے کہ میں ہی مخاطب ہوں۔ بات چیت جاری رہتی ہے۔ مریض پر شیئی کے ساتھ اپنی تکمیل کی تکمیل ہے کی تفصیل بتاتا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس دروان ایک زندگی سے بھر پور قہقہہ لگاتے ہیں۔ تو تو مریض پریشان ہو جاتا ہے کہ قہقہہ کا کون ساموقع ہے، اور اور ڈاکٹر صاحب بہت بھی ہیں؟

غرض ڈاکٹر صاحب ایک سوال پوچھتے ہیں اور پھر پرچی پر کچھ لکھ دیتے ہیں، پاٹھ سے اشارہ کرتے ہیں۔ تشریف لے جائیے۔ ڈاکٹر صاحب ایک مرضی کی بیٹھا ہوتا ہے۔

اوراٹھنے کی دیر تھی کہ اگلاریاضی پک کر شوول پر قبضہ کر لیتا ہے۔ پہلا مریض کی بارے ہوئے جو اری کی طرح، پرچی ہاتھ میں پڑھے جیاں پریشان لکھ رہا ہوتا ہے۔ کی سوالات اس کے ذہن میں کلبلا رہے ہوتے ہیں۔ کنی ان دیکھے خدشات تسلی کے محتاج ہوتے ہیں۔ وہ اسی شش و پیٹھ میں ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کافون مکمل ہوتا ہے اس دروان سے پوچھنے کچھ باتیں ہیں، پاٹھ سے لیے مقص دقت تمام ہو چکا ہوتا ہے۔

مریض کو بہت قریب سے آواز آتی ہے کہ ادھر ہی رہنا ہے یا گھر بھی جانا ہے، جاؤ، اگلے مریض کی باری ہے۔ وہ کام، بے زارب و اچب۔ یہ ایڈنیٹ صاحب تھے۔

مریض کی حالت تشویشا ہو تو ایک ہمچنہ خنی میں لے جایا جاتا ہے، نرس اور ڈاکٹر فارغ ہوں تو آجائتے ہیں، بخار، بلڈ پریش، ہسٹری اور پچھوڑوی نوعیت کے ٹیکس اور ابتدائی علاج کی تفصیل لکھ کر دارڈ بھوادیا جاتا ہے۔ سینز ڈاکٹر موجود ہو یا آجائے تو ان کو تفصیلات بتا کر تجویز

میں ایک ڈاکٹر ہوں

ڈاکٹر کوثر فردوں، سابق ممبر سینٹ آف پاکستان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”جس نے کسی کی جان کو بچایا، اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔“ (سورہ المائدہ، آیت ۳۲)

ڈاکٹر اپنی ڈاکٹری کی تعلیم کا آغاز اسی سوچ کے ساتھ کرتا ہے، اخزو یو ہو تو کہتا ہے کہ میں انسانیت کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ دوست احباب بھی بھی کہتے ہیں کہ تم تو مسیمان رہے ہو۔ دوسروں کو زندگی کی امید و آس سے ہمکار کرو گے۔

مریض آخری سانسیں لے رہا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں کھلی اور سفید ہو چکی ہوتی ہیں۔ نہیں بھی نہیں مل رہی ہوتی۔ ہپٹاں پہنچ کر پرسکون ہو جاتے ہیں کہ جو کر سکتے تھے کر لیا، مریض کو ہپٹاں پہنچ دیا، اب زندگی کا تو ڈاکٹر جاتا۔ رشتہ دار دوڑ پوچ کرہے ہوتے ہیں کہ کسی طرح ہپٹاں پہنچ جائیں۔ ہپٹاں پہنچ کر پرسکون ہو جاتے ہیں کہ جو کر سکتے تھے کر لیا، مریض کو ہپٹاں پہنچ دیا تو ڈاکٹر جاتا ہے۔ ڈاکٹر موت کی تصدیق کرے تو یقین آ جاتا ہے۔ یادا خلم کر کے، سانسوں کی بھالی کی کوش کر کے، ڈرپ لگا کر، سرخانے کھڑی نرس کو ہدایات دے کر چلا جائے تو بھی رشتہ دار برشاش بٹا شش ہو جاتا ہے۔

عیادت کے اجر کے بارے میں فرمان رسول ﷺ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں ”جو مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس پر حجتیں بیجھتے رہتے ہیں، اور اگر وہ شام کو عبادت کرتا ہے تو ہجت ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ تیار کرو دیا جاتا ہے،“ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں ”جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے تو آسان سے آواز دینے والا اعلان کرتا ہے، آپ اچھرے اور آپ کا چلا جارہا ہے، اور آپ نے جنت میں ایک گھر بنا لیا،“ (مسلم شریف)

سڑپچیر پر آنے والے مریض کی جبکہ وہ آؤٹ ڈور ڈیپارٹمنٹ میں بیٹھا ہوتا ہے، عیادت کرتا ہے، مرض پوچھتا ہے، تکمیل کا اندماز کرتا ہے۔ گزشتہ ہر سڑپچیر کے پھر دوائی کی بجڑ کرتا ہے۔ کچھ تسلی کا کوئی بول ہی بول دیتا ہے۔ ہپٹاں میں دھل مریض کے پاس ڈاکٹر خود جاتا ہے۔ اس کی مرض میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کے مرض میں ہونے والی کی یا اضافے کا حال معلوم کرتا ہے۔ اس کی اواس کے رشتہ داروں کی ستی ہے۔ کچھ نہ پچھ باتیں ہیں، مرض کے بارے میں بتاتا ہے۔

یاد رہے کہ آؤٹ ڈور میں بیٹھنے والا ڈاکٹر کم از کم سو کے لگ بھگ مریض دیکھتا ہے۔ ہپٹاں میں ڈاکٹر وارڈ اور کروں کے تیس تا پچا س مریض دیکھتا ہے۔ پرائیٹ ڈاکٹر زیادہ خوش دلی اور گرم جوشی کے ساتھ، راستی، رشتہ دار بھی ایڈنیٹ صاحب تھے۔ اجڑ تو بہت بڑا ہے اور حاصل کرنا انتہائی آسان ہے۔ سوال اور جائزہ اس بات کا ہے کہ ہم یہ بنت کرتے ہیں؟ ہمیں یہ یاد رہتا ہے یا نہیں؟